یہ کمبخت محبت

نگہت سیما

URDU Books
ڈیلی اردو بکس

سراج الحق نے اس روز نہر کے کنارے میرے ساتھ، ساتھ چلتے ہوئے کہا تھا۔

''مرد کو کبھی کسی انٹلیکچول عورت سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔''

''کیا مطلب......؟'' میں چلتے، چلتے رک گیا تھا۔

''مطلب کہ اپنے سے زیادہ ذہین، اپنے سے زیادہ عقلمند اپنے سے زیادہ مشہور عورت سے۔''

''کیوں......؟'' میری سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''اس لیے کہ اگر عورت مرد سے زیادہ ذہین ہو، اس سے برتر ہو تو مرد اس کے سامنے بونا بن جاتا ہے۔''

اور سراج الحق کی بات سن کر میں نے قہقہہ لگایا تھا۔

''میرے ابا کہا کرتے ہیں کہ سب شوہر اپنی، اپنی بیویوں کے سامنے بونے ہی بن جاتے ہیں۔ اب بھلے بیوی شوہر سے زیادہ ذہین ہو یا بیوقوفی کے آخری درجے پر......وہ اپنی بیوی کی ہر بات پر آمنا صدقنا کی

تصویر بنا ہوتا ہے کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے......"

"تم بھی ٹھیک کہہ رہے ہو...... لیکن میں بھی ٹھیک کہہ رہا ہوں...... میرے چاچو کہتے ہیں۔ ذہین سے ذہین مرد بیوقوف سے بیوقوف اور کم عقل عورت کے ساتھ گزارہ کر لیتا ہے لیکن ذہین عورت اپنے سے کم ذہین یا بیوقوف مرد کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ مرد اس کے پیچھے، پیچھے چلے بونا بن کر اور وہ اپنی برتری کا جھنڈا اٹھائے آگے، آگے۔" اس نے پھر فلسفہ بگھارا تھا۔

"لیکن آخر تم مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہو۔" میں ذرا سا جھنجلایا تھا۔

"اس لیے کہ تم وہی غلطی کرنے والے ہو جو میرے چاچو نے کی تھی یعنی اپنے سے زیادہ ذہین لڑکی سے شادی کرنے کی غلطی......"

"تمہارا مطلب ہے سحرش مجھ سے زیادہ ذہین ہے اس لیے مجھے اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔"

"بالکل تم ایک نارمل اسٹوڈنٹ ہو جبکہ وہ ٹاپر ہے صرف پڑھائی میں ہی نہیں بلکہ ہر میدان میں ٹاپ پر ہی رہتی ہے۔"

"تو تمہارے خیال میں ایک ٹاپر لڑکی اور ایک نارمل اسٹوڈنٹ کی شادی خوشگوار نہیں ہو سکتی؟" میں نے بھویں اچکائیں۔

"احمق آدمی، جب دو افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں تو باقی چیزیں ثانوی رہ جاتی ہیں۔ جب بھی ہم ملتے ہیں تو اس نے کبھی اپنی ذہانت یا بڑائی نہیں جتائی۔ بس ہلکی پھلکی رومانی گفتگو اور مستقبل کے پلان ڈسکس ہوتے ہیں نہ کہ کوئی مشکل اور ثقیل مسئلہ...... جب محبت کا تعلق جڑ جائے اور درمیان میں کوئی ظالم سماج بھی نہ ہو تو پھر شادی کر لینی چاہیے سمجھے......"

"ہائے یہ کمبخت محبت......" اس نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے ترحم سے مجھے دیکھا۔

"یہ کبھی، کبھی آدمی کو بڑا ذلیل و خوار کرتی ہے۔ یوں ہوش و حواس چھین لیتی ہے کہ آدمی صحیح فیصلہ کر ہی نہیں سکتا۔"

"کیا تمہیں بھی محبت نے ذلیل و خوار کیا ہے اور تمہارے ہوش و حواس چھین لیے ہیں؟" میں نے جل کر پوچھا۔

"ہرگز نہیں...... یہ تو میرے چاچو کا ارشاد ہے...... کیونکہ انہوں نے سمیرا چاچی سے دھواں دھار محبت کی۔ سمیرا چاچی جو ہر لحاظ سے ان سے برتر اور ذہین تھیں ان سے شادی کے لیے گھر والوں کو بمشکل راضی کیا۔ بھوک ہڑتال کی۔ مرنے کی دھمکیاں دیں اور انہیں بیاہ کر لے آئے لیکن پھر کچھ عرصے بعد ہی اس رفاقت سے بیزار ہو گئے اور بقول ان کے زندگی سے بھی بیزار......"

"لیکن مجھے تو جب بھی تمہارے چاچو ملے بہت خوش نظر آئے۔ مجھے تو کبھی ایسا نہیں لگا کہ وہ زندگی سے بیزار ہوں......" میں نے کہا اور پھر مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

"ضرور یہ مجھ سے جیلس ہو رہا ہے کہ ہمارے ڈپارٹمنٹ کی خوب صورت اور سب سے ذہین لڑکی نہ صرف یہ کہ میری دوست ہے مجھ سے محبت کرتی ہے بلکہ مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ بھی کر چکی ہے۔ مجھے اسے یہ نہیں بتانا چاہیے تھا کہ امتحان کے بعد ہم دونوں شادی کر رہے ہیں اور ہمارے والدین کو بھی اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ میری اماں تو بہت خوش ہیں کہ انہیں لڑکی کی تلاش کے لیے جوتیاں نہیں گھسانی پڑیں...... اب مجھے کیا خبر تھی کہ میرا دوست ہو کر یہ مجھ سے جیلس ہو جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے دوست......" سراج نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم صحیح کہہ رہے ہو کہ چاچو بہت خوش ہیں کیونکہ ان کی موجودہ بیوی صرف میٹرک پاس ہے۔ خیر پڑھائی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا اصل بات یہ ہے کہ اسما چاچی میں وہ احساسِ برتری نہیں ہے جو سمیرا چاچی میں تھا۔ اسما چاچی تو چھوٹی سی چھوٹی بات کے لیے بھی اُن کی طرف دیکھتی ہیں جبکہ سمیرا چاچی تو سارے فیصلے خود ہی کرتی تھیں۔ کبھی چاچو سے مشورہ

کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتی تھیں۔ بڑے سے بڑا مسئلہ خود ہی نبٹا لیتی تھیں۔ اگر چاچو کوئی مشورہ دیتے بھی تو فوراً رد کر دیتیں۔ ”چھوڑیں سعید آپ کو بھلا کیا سمجھ ان باتوں کی۔“ تو چاچو کی انا پر چوٹ پڑتی تھی۔ اور اب جب اسما چاچی معمولی، معمولی باتوں پر ان سے مشورہ لیتی ہیں۔ ”آپ بتائیں ناں سعید صاحب کیا کروں مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا۔“ تو چاچو کے کندھے چوڑے ہو جاتے ہیں، گردن اکڑ جاتی ہے اور ان کی انا کو بڑی تسکین ملتی ہے تو وہ خوش کیوں نہ ہوں سمیرا چچی نے انہیں زیرو کر دیا تھا اور اسما چاچی نے انہیں ہیرو بنا دیا ہے اور مزے کی بات بتاؤں...... اسما چاچی ہم سب کی پسندیدہ ہیں جبکہ سمیرا چاچی سے ہم سب ہی الرجک تھے۔“

میں جو چلتے، چلتے پھر رک کر اس کی بات سننے لگا تھا۔ اس کی اتنی لمبی بات سن کر حیران ہوا۔

”تو اس ساری کہانی میں تمہاری سمیرا چاچی کی ذہانت کا قصور کہاں سے نکلتا ہے یار...... اصل بات یہ ہے کہ تمہارے چاچو نے تمہاری سمیرا چاچی سے محبت کی ہی نہیں تھی اگر محبت کی ہوتی تو ان کی ذہانت پر فخر کرتے اور خوش ہوتے۔“

”بجا ارشاد فرمایا...... ابتدا میں تو چاچو بھی خوب گردن اکڑا کر چلتے تھے کہ اُن کی بیوی بے حد ذہین، عقلمند بلکہ جینئس ہے۔ کئی بار انہوں نے ابا سے کہا کہ بھائی صاحب یوں تو بھابی نے بھی ایم اے کر رکھا ہے لیکن سمیرا جیسی سمجھ بوجھ اور ذہانت نہیں ہے ان میں...... لیکن پھر ہولے، ہولے یہ فخر کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ بیزاری نے لے لی...... دراصل میرے چاچو ہمیشہ سے ہی گھر بھر میں بہت عقلمند سمجھے جاتے تھے۔ چھوٹے بڑے سب ہی ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے کچھ ان کا مزاج بھی شاہانہ تھا اور سمیرا چاچی میں احساسِ برتری بہت زیادہ...... حالانکہ میری اماں بھی ابا سے زیادہ پڑھی ہوئی ہیں، وہ ایم اے ہیں...... اور ابا بی اے لیکن ان میں ذرا بھی احساسِ برتری نہیں...... جبکہ سمیرا چاچی...... بس چاچو جلد ہی اُس رفاقت سے اوب گئے بیزار ہو گئے۔“ وہ ذرا رکا۔

”یار تمہاری بیوی ہر لحاظ سے تم سے برتر ہے اور اسے اس کا احساس بھی ہے تو ایسی عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے مرد کو بونا بننا پڑتا ہے تو تم بھی اس محبت کی خاطر جو اس سے کرتے ہو اس کی برتری تسلیم کر کے بونے بن جاؤ، زندگی بہت سکون سے گزرے گی۔ ابا نے سمجھایا تھا لیکن چاچو بونے نہ بن سکے اور شادی کے تین سال بعد علیحدگی ہو گئی۔“

وہ کچھ افسردہ سا لگا تو میں نے تسلی دی۔

”تم بے فکر رہو یار‘ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا...... میں تمہارے چاچو کی طرف تنگ نظر نہیں ہوں...... میں ہمیشہ اس بات پر فخر کروں گا کہ میری بیوی جینئس ہے۔ پتا ہے میں تو تب بھی فخر محسوس کرتا تھا جب ہمارے درمیان صرف دوستی کا رشتہ تھا کہ یہ اتنی پیاری اور ذہین لڑکی میری دوست ہے۔“

”دوست کی ذہانت پر فخر کرنا اور بیوی کی ذہانت پر فخر کرنا دو متضاد چیزیں ہیں۔ میرے چاچو بھی شادی سے پہلے سمیرا چاچی کی ذہانت پر فخر کرتے تھے۔ دن میں کوئی پچاس بار وہ گھر میں ان کی ذہانت اور کامیابیوں کا ذکر کرتے تھے لیکن شادی کے بعد انہیں لگنے لگا تھا کہ سمیرا چاچی اپنی ذہانت کی وجہ سے ان پر حاکم ہوتی جا رہی ہیں۔“

”محبت میں تو محبوب کی حاکمیت بری نہیں لگتی وہ تو بنا کچھ کہے بھی حاکم ہو جاتا ہے ویسے بقول میرے ابا کے ہر بیوی کچھ عرصے بعد حاکم بن جاتی ہے اور شوہر بیچارہ مسکین رعایا۔“

میں ہولے سے ہنسا تھا اور ہم ایک بار پھر چلنے لگے تھے۔

”تمہاری اور میری بات میں ایک مہین سا فرق ہے جسے تم ابھی نہیں سمجھ سکو گے جب تم پر بیتے گی ناں تب تم اس فرق کو جان سکو گے کہ بیوی کی ہر بات ماننے اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے خود کو بونا سمجھنے میں کیا فرق ہے۔“ اس نے جیسے بحث سمیٹی تھی۔

”تم یقین رکھو سحرش میری بیوی بننے کے بعد بھی

میرے لیے باعثِ فخر ہی رہے گی۔" میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا تو اس نے کندھے اچکائے۔

"اوکے، میں نے تو ایک دوست ہونے کے ناتے اپنا فرض نبھایا تھا کہ تمہیں ممکنہ خطرے سے آگاہ کردوں کہ مجھے سحرش میں سمیرا چاچی کی جھلک نظر آتی ہے لیکن اب جبکہ تم جانتے بوجھتے اس آگ میں کودنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی......"

اور پھر اس نے کبھی اس موضوع پر بات نہیں کی۔ وہ ایسا ہی تھا اپنی رائے ضرور دیتا تھا لیکن کبھی اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور وہ جو میرے دل میں وہم سا پیدا ہوا تھا کہ وہ مجھ سے جیلس ہوگیا ہے وہ خودبخود ہی ختم ہوگیا۔ اور میں پہلے کی طرح ہی اس سے اپنی باتیں شیئر کرنے لگا تھا۔

سحرش ہماری کلاس فیلو تھی، وہ نہ صرف ذہین تھی بلکہ خوش شکل بھی تھی۔ مجھے نہیں پتا کہ میں کب اور کیسے اس سے متاثر ہوا تھا لیکن میں اس سے متاثر تھا۔ اس کے "متاثرین" میں اور بھی کئی لڑکے تھے خاص طور پر عمیر جو سحرش کی طرح ہی بے حد ذہین تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ سحرش سے زیادہ ذہین تھا کبھی وہ پہلی پوزیشن لیتا اور کبھی سحرش...... میں سحرش سے متاثر تو تھا لیکن میں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک روز وہ مجھ سے محبت کرنے لگے گی۔ میں ایک نارمل اسٹوڈنٹ تھا۔ اوسط درجے کا، البتہ میرا قدبت، شکل صورت میری ڈریسنگ ایسی تھی کہ میں کلاس میں نمایاں نظر آتا تھا۔ جبکہ عمیر احمد دبلا پتلا، سانولا سا عام سے نقوش اور عام سے قد والا لڑکا تھا۔ اگر وہ چند لڑکوں کے ساتھ ہوتا تو پہلی نظر میں اپنی طرف متوجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن پڑھائی اور دوسرے شعبوں میں وہ ہی نمایاں ہوتا۔ وہ دونوں اکثر ساتھ کسی موضوع کو ڈسکس کرتے نظر آتے اور دوسروں کی طرح میرا بھی یہی خیال تھا کہ عمیر احمد اور سحرش...... دونوں ایک دوسرے کے مقابلے کے تھے اور پھر دونوں کا تعلق متوسط گھرانوں سے تھا۔ یہ نہیں تھا کہ ایک امیر ہو اور دوسرا غریب یعنی دونوں اگر چاہتے تو کوئی رکاوٹ نہیں تھی اسی لیے جب سحرش میری طرف بڑھی تو میں حیران رہ گیا۔ گو ہماری پہلی تفصیلی ملاقات اتفاقاً ہوئی تھی۔ اس کی بچپن کی سہیلی اور اسکول فیلو کی شادی میرے ایک دوست کے بھائی سے ہوئی تھی اور وہ اس کے ولیمے کے فنکشن میں شرکت کے لیے آئی ہوئی تھی اور کسی کو ڈھونڈتی ہوئی مجھ سے ٹکرائی تھی۔ پھر مجھے دیکھ کر جیسے وہ خوش ہوگئی تھی۔

"شرجیل آپ نے بازغہ کو دیکھا...... میں اس کے ساتھ ہی آئی تھی اور مجھے اس کے ساتھ ہی واپس جانا تھا۔ میں دلہن سے ملنے گئی تو وہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔ میں اب اکیلی کیسے جاؤں گی۔"

"آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کو ڈراپ کردوں گا...... کیونکہ وہ تو گھر چلی گئی ہے۔ اس کی امی کا بی پی اچانک ہی شوٹ کر گیا تھا اور وہ فون آنے پر فوری گھر چلی گئی۔" یہ محض اتفاق تھا کہ جب وہ کسی خاتون کو بتا رہی تھی تو میں وہاں ہی کھڑا تھا۔ چونکہ بازغہ ہمارے ہی ڈپارٹمنٹ میں تھی تو میں اسے جانتا تھا۔

"آپ آرام سے کھانا کھائیں پھر چلتے ہیں۔"

میں نے ایک خالی ٹیبل پر اسے بٹھایا اور اپنے اور اس کے لیے کھانا لے کر آگیا۔ اور یوں یہ اتفاقی ملاقات بہت سی دوسری ملاقاتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی تھی۔ یونی میں تقریباً روز ہی ہماری ملاقات ہوتی تھی۔ کلاس کے علاوہ بھی کبھی کسی فارغ وقت میں کچھ دیر کے لیے اکٹھے بیٹھتے تھے۔ تھوڑی دیر کی ان ملاقاتوں میں ہم نے ایک دوسرے کے متعلق جانا تھا۔ اس کا تعلق بھی میری طرح متوسط طبقے سے تھا۔ اس کے والد کی ایک چھوٹی سی کپڑوں کی شاپ تھی اور سات بہن، بھائیوں میں اس کا نمبر تیسرا تھا۔ بڑی بہن کی شادی ہوچکی تھی اور بڑا بھائی بھی تعلیم ختم کرکے کسی پرائیویٹ کمپنی میں جاب کررہا تھا۔ چھوٹے بہن، بھائی ابھی پڑھ رہے تھے۔ گو پڑھائی میں سب ہی اچھے تھے۔ لیکن اس کی طرح ٹاپر کوئی نہیں تھا۔

"بس یہ جنون مجھے ہی ہے۔" اس نے مجھے بتایا تھا۔ وہ اکثر مجھ پر رشک کرتی تھی۔ "تم بہت لکی ہو شجی......"

پتا نہیں کب ہمارے درمیان اتنی بے تکلفی ہوگئی تھی کہ وہ مجھے تم اور شجی کہہ کر بلانے لگی تھی۔

اسے میں لگی اس لیے لگتا تھا کہ میں اکلوتا تھا۔ میرے والد ایک سرکاری محکمے میں ملازم تھے۔ گھر میں خوشحالی تھی۔ دس مرلے پر بنا ہوا ہمارا آبائی گھر اچھے علاقے میں تھا۔ سو اکثر ہی وہ اس کا اظہار کرتی کہ ”تم خوش قسمت ہو کہ تمہارے گھر میں ہر وقت بچوں کا شور نہیں ہوتا…… میرے چھوٹے دونوں بھائی تو اتنا لڑتے ہیں کہ پڑھنا محال ہو جاتا ہے۔“ جبکہ مجھے اس کے برعکس ہمیشہ ہی یہ خواہش رہی کہ میرے بہت سارے بہن، بھائی ہوتے تو زندگی کتنے مزے کی ہوتی۔ ہم دونوں اچھے دوست تھے۔ اور مجھے فخر تھا کہ وہ میری دوست ہے۔ دوستی کا یہ تعلق کب اور کیسے محبت کے تعلق میں بدلا۔ مجھے نہیں علم لیکن مجھے اس کا احساس اس روز ہوا جب میری امی نے گھر میں میری شادی کا ذکر کیا اور مجھ سے پوچھا کہ اگر مجھے کوئی پسند ہے تو انہیں بتا دوں…… نہیں تو وہ خود میرے لیے کوئی لڑکی پسند کر کے منگنی کر دیں تاکہ میری تعلیم مکمل ہوتے ہی وہ میری شادی کر دیں کیونکہ وہ اس تنہائی اور خاموشی سے تھک چکی تھیں…… امی، ابو دونوں اکلوتے تھے اور پھر میں بھی اکلوتا تھا۔

”تمہاری بیوی اور بچوں کے دم سے یہ سناٹا ٹوٹے گا تو گھر میں کچھ رونق ہو گی۔“

”نہیں، میں نے بھلا کسے پسند کرنا ہے۔“ اس وقت تو میں نے امی سے کہہ دیا تھا کہ لیکن رات کو جب بستر پر لیٹا تو شریکِ حیات کے خیال سے جو تصور میرے ذہن میں آیا وہ سحرش کا ہی تھا۔

”یعنی سحرش…… کیا میں سحرش کو پسند کرتا ہوں……“ میں ایک دم اچھل کر بیٹھ گیا۔ اتنی دوستی اور سحرش کی بے تکلفی کے باوجود کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا کہ میں سحرش الطاف سے محبت کرنے لگا ہوں اور رفیقِ زندگی کے لیے جو تصور میرے ذہن میں آیا تھا اس چوکھٹے میں صرف سحرش ہی فٹ آ سکتی تھی۔ ”لیکن نہیں، یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے یعنی شرجیل اعوان کو اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر منتخب کر لے……“ جبکہ میرے اپنے خیال میں میرے اپنے ہی ڈپارٹمنٹ میں کئی لڑکے ایسے تھے جو اس کے ذرا سے التفات پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے پھر بھلا میں کس کھاتے میں تھا۔ سوائے اچھی شکل صورت کے میرے پاس تھا ہی کیا۔ کچھ ایسا جو مجھے دوسروں سے ممتاز کرتا نہ میں بے حد ذہین تھا، نہ مجھے دوسری غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا شوق تھا جبکہ وہ تو ہر میدان کی کھلاڑی تھی اور اس کی طرح عمیر احمد بھی ہر میدان میں نمایاں ہوتا۔ ”بھلا سحرش الطاف کہاں مجھے……؟ ٹھیک ہے وہ مجھ سے اچھے سے ملتی ہے۔ اپنے فارغ وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ میرے ساتھ گزارتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مجھ سے…… یعنی مجھ سے شادی کر لے گی۔“ میں مایوس سا ہو کر پھر لیٹ گیا…… لیکن دل نے تو اودھم مچا رکھا تھا نہ جانے کتنی دلیلیں اور تاویلیں دیے جا رہا تھا۔ اور میں خود ہی سے باتیں کرتا تھا۔

”وہ کسی بھی لڑکے کے ساتھ اتنی بے تکلف نہیں ہے جتنی میرے ساتھ ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں سحرش کے دل میں میرے لیے کوئی نرم گوشہ ہے۔“ میں نے خود کو تسلی دی۔ اور میرے مایوس دل میں امید سی پیدا ہو گئی تھی کہ شاید…… ”ہاں شاید اگر میں اس سے بات کروں…… بلکہ مجھے اس سے ایک بار بات تو کرنی چاہیے کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں اور یہ کہ میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں…… تو یہ طے ہے کہ میں صبح ہی اس سے بات کروں گا“ لیکن اگلے کئی دن تک مجھے ہمت ہی نہیں ہوئی اس سے کچھ کہنے کی۔ ”کہیں وہ ناراض ہی نہ ہو جائے کہیں بے عزتی ہی نہ کر دے…… اگر اس نے میرا مذاق اڑایا تو میں بھلا پھر اس سے نظریں چار کر سکوں گا……؟“ اور میں اس سے کچھ کہتے، کہتے رک جاتا، بات بدل دیتا۔

”کیا بات ہے شجی کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو……؟“ وہ ذہین تو بلا کی تھی تو بھلا کیسے نہ محسوس کرتی۔

”اوہ…… ہاں نہیں کچھ نہیں……“ میں گھبرا گیا تھا۔

”ہم اچھے دوست ہیں شجی…… تمہارے دل میں

جو کچھ ہے بلا جھجک کہہ دو...... مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگے گی۔ جو لوگ اپنے ہوتے ہیں اور ہمیں عزیز ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی بات کبھی بری لگ ہی نہیں سکتی۔ میں کئی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم کچھ کہتے، کہتے رک جاتے ہو...... پلیز کہو ناں کیا کہنا ہے۔"

اس نے مجھے اکسایا تھا لیکن میں پھر بھی اس سے یہ نہیں کہہ سکا تھا کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور اپنی ساری زندگی اس کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں...... دراصل مجھے رد کیے جانے سے خوف آتا تھا۔ میں ٹھکرائے جانے سے ڈرتا تھا۔ اور اس کے اصرار کے باوجود اپنی محبت اور چاہت کا اظہار نہ کر سکا تو ایک روز اس نے خود ہی پہل کی۔

"آئی...... لو...... یو...... شرجیل......"

پتا نہیں اس روز ہمارے درمیان کیا بات ہو رہی تھی۔ شاید موضوع محبت ہی تھا۔ اور میں نے پوچھا تھا کہ یہ جو محبت کا اتنا چرچا ہے تو کیا واقعی محبت کا کوئی وجود ہے یا ہم نے محض یوں ہی اپنی ضرورت کو محبت کا نام دے دیا ہے۔ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ اور کیا، کیا باتیں ہوئی تھیں لیکن اس نے اچانک ہی میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

آئی لو یو شرجیل......"

اور میں کتنی ہی دیر حیران سا اسے دیکھتا رہا تھا۔ میں اتنا حیران تھا کہ مجھے اس کے نرم و نازک ہاتھ کے نرم لمس کا احساس بھی نہیں ہوا۔

"سچی......" اس نے آہستہ سے کہا تو میں چونک کر اسے دیکھنے لگا اور بے اختیار میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھ دیا۔

"آئی لو یو ٹو......"

اور اس کے لبوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور آنکھیں لو دینے لگی تھیں۔

اور پھر شرجیل اعوان اور سحرش الطاف کے نام ایک ساتھ لیے جانے لگے تو ہم دونوں چونکے۔

"میرا خیال ہے تمہیں اب اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیج دینا چاہیے، میں نہیں چاہتی کہ لوگ ہماری طرف انگلیاں اٹھائیں اس سے پہلے ہی ہمیں کسی تعلق میں بندھ جانا چاہیے۔"

وہ سمجھدار اور عقلمند تو تھی ہی...... اس کی ہر بات پر بھی نظر ہوتی تھی۔ اور میں نے اسی روز اماں کو اس کے متعلق بتا دیا تھا اور اماں کو تو کوئی اعتراض ہی نہیں تھا الٹا وہ خوش ہوئی تھیں کہ انہیں لڑکی کی تلاش میں خوار نہیں ہونا پڑا۔ اور ابا تو ہمیشہ سے ہی کہتے تھے کہ "یار شرجیل تمہیں اگر کوئی پسند آجائے تو بلا جھجک بتا دینا کہ ہمارے بیٹے کی پسند ہماری پسند ہوگی۔"

اس کے والدین نے بھی سوچنے کے لیے رسمی وقت لیا تھا اور پھر چند دن بعد ہاں کر دی تھی۔ اور ہماری ہونے والی منگنی کی خبر پورے ڈپارٹمنٹ میں پھیل گئی۔ شاید اس کی فرینڈز نے ہی بات پھیلائی تھی ورنہ میں نے تو سراج کے علاوہ کسی سے ذکر نہیں کیا تھا اور سراج کی ایسی عادت نہ تھی۔ وہ دوستوں کی باتیں خود تک ہی محدود رکھتا تھا۔ سب ہی مبارک باد دے رہے تھے اور مٹھائی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ میں کچھ کنفیوز سا تھا جبکہ وہ مسکراتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہہ رہی تھی۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں مٹھائی بھی کھلائیں گے لیکن پہلے باقاعدہ منگنی تو ہو جائے۔"

اب سب منگنی کی تاریخ پوچھ رہے تھے۔ اور یہ اسی روز کی بات ہے لائبریری کی طرف جاتے ہوئے مجھے عمیر احمد ملا...... وہ بے حد نڈھال اور تھکا، تھکا سا لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سرخی تھی۔ شاید وہ رات بھر ٹھیک سے سویا نہیں...... اس کی عادت تھی رات جاگ کر دیر تک پڑھنے کی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگتی عمیر......" ہم دونوں اب ساتھ، ساتھ چل رہے تھے، اسے بھی شاید لائبریری کی طرف جانا تھا۔

"نہیں، میں ٹھیک ہوں...... بس یوں ہی رات دیر تک پڑھتا رہا تو کچھ تھکاوٹ سی ہو گئی ہے۔" وہ چلتے، چلتے لمحہ بھر کے لیے رکا تھا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ تمہاری اور سحرش کی منگنی ہو رہی

URDUBOOKS®
ڈیلی اردو بکس

ہے اور جلد ہی شادی بھی......؟''

''ہاں......''

مجھے ایک دم خیال آیا کہ جب سب لڑکے اندر کلاس روم میں ہمارے گرد کھڑے ہم سے تصدیق کررہے تھے تو عمیر احمد ان میں نہیں تھا۔

''یہ میری اماں اور سحرش کی خواہش ہے کہ امتحان سے فارغ ہوتے ہی شادی ہوجائے ورنہ میرا ارادہ تو تھا کہ جاب وغیرہ کے بعد جب تھوڑا اسٹیبل ہوجاؤں تو......''

''اوہ! اچھا مبارک ہو......'' لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ لیے وہ واپس مڑ گیا تھا۔ جبکہ مجھے لگا تھا کہ جیسے اس کی سانولی رنگت میں زردی سی گھل گئی ہو۔ اور میں اس سے یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ کیا اُسے لائبریری نہیں جانا تھا۔

عمیر احمد، سحرش الطاف سے متاثر تھا یہ میں جانتا تھا لیکن عمیر احمد اس سے محبت کرتا تھا اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا تھا۔ اگر وہ اس سے محبت کرتا تھا تو یقیناً سحرش بھی جانتی ہوگی۔ کم از کم اس کی اپنے متعلق پسندیدگی کا تو اسے ضرور پتا ہوگا۔ شروع، شروع میں جب وہ دونوں پہلی، دوسری پوزیشن پر آتے تھے تو سب کا ہی خیال تھا کہ شاید مستقبل میں عمیر احمد اور سحرش...... لیکن سحرش نے مجھے عمیر پر ترجیح دی تھی۔ اس سے میں نے خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھا...... لیکن......

''کیوں......؟'' فوراً ہی ایک بڑا سا سوالیہ نشان میرے اندر ابھرا...... میرا اور عمیر احمد دونوں کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ اس کے والد اور میرے والد ایک ہی محکمے میں تقریباً ایک ہی جیسے گریڈ پر ملازم تھے۔ ایک چیز جو اسے مجھ سے ممتاز کرتی تھی وہ اس کی ذہانت اور قابلیت تھی۔ اس کا مستقبل روشن تھا۔ عزائم بلند تھے جبکہ میرا ارادہ تھا کہ بی گریڈ میں ہی سہی ماسٹر کلیئر کر کے جاب کے لیے اپلائی کردوں گا...... کسی کالج میں لیکچرر شپ مل جاتی تو اس سے زیادہ نہیں سوچا تھا کبھی پھر...... شاید میں اس کے مقابلے میں کافی خوش شکل تھا۔ میری ہائیٹ بھی اس سے زیادہ تھی۔ میں خود سے ہی سوال کرتا اور خود ہی جواب دیتا رہا لیکن کوئی جواب بھی مجھے مطمئن نہیں کرسکا تو میں نے سراج الحق سے پوچھا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے سراج کہ سحرش نے آخر میرا انتخاب ہی کیوں کیا جبکہ عمیر احمد اس سے محبت کرتا تھا۔ اور بہت پہلے ہم سب کا خیال تھا کہ شاید دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے رضوان شکیل کے پروپوز کرنے پر اسے منع کردیا تھا جبکہ وہ ایک ارب پتی باپ کا بیٹا تھا۔'' اور میری بات سن کر سراج الحق ہولے سے ہنسا تھا۔

''سحرش کوئی بیوقوف اور احمق لڑکی نہیں ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی فیصلہ کرے۔ وہ آج کے دور کی لڑکی ہے اور وہ بھی خطرناک حد تک ذہین اور آج کی لڑکی بہت سوچ سمجھ کر، ٹھوک بجا کر اور پرکھ کر محبت کرتی ہے اپنا نفع، نقصان سب پر غور کرنے کے بعد...... گو کچھ بیوقوف لڑکیاں بھی ہوتی ہیں لیکن اپنی سحرش ان میں سے نہیں ہے۔''

''لیکن عمیر ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے۔ میری ایک شکل ہی اس سے قدرے اچھی ہے۔ ورنہ ہم دونوں ایک جیسے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں...... ہمارے گھر بھی ایک ہی علاقے میں ہیں۔'' میں پتا نہیں کیوں الجھا ہوا تھا۔

''نہیں...... تمہیں کئی باتوں میں عمیر پر فوقیت حاصل ہے۔ تم اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہو...... تم پر کوئی ذمے داری نہیں...... گھر تمہارا ذاتی ہے، ٹھیک ٹھاک بلکہ شاندار گھر ہے۔ جبکہ عمیر چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے۔ ساری زندگی بہنوں کے فرض ہی ادا کرتا رہے گا اور بیوی بیچاری ترستی رہے گی۔ گھر بھی کرائے کا ہے۔'' سراج الحق نے مجھے سمجھایا تھا۔

''لیکن رضوان شکیل تو ارب پتی باپ کا بیٹا ہے، شخصیت بھی زبردست ہے، گھر بھی کئی کنال پر پھیلا ہوا ہے...... بنا بنایا بزنس ہے۔'' اس کے رشتے سے انکار پتا نہیں میں سراج الحق سے کیا سننا چاہتا تھا۔

''تم بھول رہے ہو شرجیل کہ جب رضوان نے اسے پروپوز کیا تھا تو اس نے گروپ میں بیٹھ کر کیا کہا

تھا کہ ”اس کا اتنا بڑا گھر ہے کہ میں تو اس گھر کی بھول بھلیوں میں ہی کھو جاؤں گی۔ مجھے تو بس کسی اپنے جیسے ہی سے شادی کرنا ہے۔ اتنے زیادہ امیر لوگوں کے لیے تو بیویاں بس ڈیکوریشن پیس ہوتی ہیں جنہیں گھر میں سجا کر بھول جاتے ہیں۔ ابھی وہ میری ذہانت سے متاثر ہوا ہے، کچھ عرصے بعد اسے میری شکل معمولی لگنے لگ جائے گی اور وہ کسی نہ کسی بات پر مجھے میری اوقات یاد دلاتا رہے گا۔“ تو میری جان تم سب سے بہترین آپشن تھے اس کے لیے اور اس نے بہت سوچ سمجھ کر تمہارا انتخاب کیا ہے۔“

”تم جو بھی کہو سراج، اصل بات یہ ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور جب محبت ہو تو پھر باقی سب چیزیں ثانوی ہوتی ہیں۔“

وہ بات جو میں اس سے کہلوانا چاہتا تھا۔ خود ہی کہہ دی تو وہ مدھم سا مسکرا دیا۔

”ہاں یہ کمبخت محبت، آدمی کی آنکھوں پر پٹی ہی باندھ دیتی ہے۔“ اور میری آنکھوں پر بھی محبت نے پٹی باندھ دی تھی اور میں تو جیسے ہواؤں میں اڑتا پھر رہا تھا کہ اس نے یعنی سحرش الطاف نے مجھے عمیر احمد اور رضوان شکیل پر ترجیح دی تھی۔ اور مجھ سے شادی کر لی تھی۔ ابا نے اپنے باس سے میری جاب کے سلسلے میں پہلے ہی بات کر لی تھی وہ ابا پر بہت مہربان تھے سو ان کی سفارش سے مجھے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تھی۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی اسے بھی ایک نجی یونیورسٹی میں بہت اچھے پیکج پر جاب مل گئی تھی۔ جاب کے دوران ہی اس نے ایم فل بھی کر لیا تھا اور پھر جلد ہی اسے پی ایچ ڈی کے لیے اسکالرشپ مل گیا۔ اماں، ابا نہیں چاہتے تھے کہ وہ باہر جائے۔

”بس بہت پڑھ لیا بیٹی اب اور کیا کرنا ہے پڑھ کر.....“ اماں اس کے جانے کا سن کر بے حد اداس ہو گئی تھیں لیکن اس نے انہیں قائل کر لیا۔

”دو سال کی تو بات ہے اماں یوں چٹکی بجاتے گزر جائیں گے۔“ اور میں تو تھا ہی محبت کا مارا ہوا اس کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے تو اس کی یہ بات بھی مان لی تھی کہ میں کم از کم پانچ سال تک بچوں کی خواہش نہیں کروں گا..... حالانکہ مجھے بچوں کا بے حد شوق تھا۔ اماں، ابا بھی اپنے گھروں کے اکلوتے بچے تھے۔ سو کزن وغیرہ بھی نہیں تھے تو میں جب بھی بچپن میں ابا کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے جاتا تھا تو ایک ہی دعا یہی کرتا تھا کہ ”یا اللہ سب دوستوں کے تو اتنے سارے بہن، بھائی ہیں تو مجھے بھی بہت سارے بہن، بھائی دے، دے کم از کم پندرہ تو ہوں.....“ اماں اور ابا میری دعا سن کر بہت ہنسے تھے۔

”ایک نہ دو پورے پندرہ.....“ اماں دیر تک ہنستی رہی تھیں۔

ہمارے گھر میں اماں، ابا کے کمرے کے علاوہ چار اور کمرے تھے تو میں کمروں کے حساب سے دعا مانگتا تھا کہ چار، چار بہن، بھائیوں کا ایک، ایک کمرا ہوگا۔ اور جب اماں نے ایک روز سحرش کو میری یہ خواہش بتائی تھی تو وہ بہت ہنسی تھی۔

”توبہ ہے جی، تم بھی ناں کتنے بیوقوف تھے اور کیسی احمقانہ دعا مانگتے تھے۔ ہم چھ بہن، بھائی ہیں اور میرا تو اتنا دل گھبراتا تھا۔ دم گھٹتا تھا اور جب بھی کوئی بہن، بھائی نانکے یا دادکے جاتا تھا تو میں دعا کرتی تھی کہ اللہ کرے نانو اور دادو اسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس ہی رکھ لیں۔“

”تم کتنی لکی تھیں سحرش.....“ مجھے حسرت ہوئی۔ ”کتنی رونق ہوتی ہوگی تمہارے گھر میں، تین بہنیں، تین بھائی.....“

”رونق.....“ اس نے برا سا منہ بنایا تھا۔

”اس قدر شور و غل ہوتا تھا کہ بندہ دو گھڑی سکون سے پڑھ بھی نہیں سکتا تھا۔“

اماں اور ابا کو بھی میرے بچوں کی خواہش تھی اور شادی کے دو سال بعد اماں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اور سحرش ڈاکٹر کے پاس جائیں، تب میں نے انہیں بتا دیا کہ سحرش فی الحال بچے نہیں چاہتی۔

”کیوں.....؟“ اماں کو جیسے سخت صدمہ ہوا تھا۔

”وہ دراصل پہلے اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہے۔“

اس نے دو تین جگہ اپلائی کیا ہوا ہے، اسکالرشپ کے لیے تو جیسے ہی اسکالرشپ ملے گا۔ وہ باہر چلی جائے گی تو ایسے میں بچے......''

اور اماں بالکل چپ سی ہوگئی تھیں۔

وہ بہت خوش تھی کہ وہ باہر جا رہی ہے۔

''لیکن میں تمہارے بغیر یہ دو سال کیسے گزاروں گا سحر، مت جاؤ...... کیا کرنا ہے پی ایچ ڈی کر کے......''

''لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کیا کرتے ہیں شجی......؟'' اس نے ناراضی سے مجھے دیکھا تھا۔

''مجھے بچپن سے شوق تھا کہ میرے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھا جائے۔ ڈاکٹر سحرش الطاف، میں میڈیکل میں نہیں جاسکی تو تب ہی میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے ڈاکٹریٹ کرنا ہے اور وہ بھی باہر کے کسی ملک سے...... کاش تمہیں بھی شوق ہوتا تو پھر ہم دونوں اکٹھے باہر جاتے۔''

''مجھے نہیں شوق...... جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا۔''

میں اس کے جانے سے اداس ہو رہا تھا اس لیے اس کی بات پر غور نہیں کیا لیکن جس روز اسے جانا تھا، اس سے ایک روز پہلے اماں نے کھانے کی ٹیبل پر اچانک فکرمندی سے کہا تھا۔

''اجنبی ملک میں جوان جہان لڑکی اکیلی کیسے رہے گی۔ تم بھی ساتھ ہی چلے جاتے اور پڑھ بھی لیتے۔ سو طرح کے مسئلے ہو جاتے ہیں۔'' اماں پرانے خیالات کی تھیں اور جب سے انہیں پتا چلا تھا کہ سحرش، یو کے جا رہی ہے پڑھنے کے لیے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''یہ بھلا میرے ساتھ کیسے جاسکتے ہیں اماں؟'' وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے کھڑی ہوگئی جبکہ میں پہلے ہی کھانا کھا چکا تھا اور اب کچن کی طرف قہوہ بنانے جا رہا تھا۔ کیونکہ اماں کی کوئی بیٹی نہیں تھی اس لیے میں اکثر کچن میں اماں کا ہاتھ بٹا دیا کرتا تھا۔ آج بھی اماں صبح سے کچن میں لگی ہوئی تھیں تو میں نے انہیں قہوہ بنانے سے منع کر دیا تھا۔

''یہ......'' اس نے میری طرف دیکھا تھا، اس کی گردن اکڑی ہوئی سی تھی۔ اور اس کی آنکھوں سے تفخر جھانکتا تھا۔

''یہ بھلا کیسے جاسکتے ہیں، ان میں اتنی قابلیت کہاں کہ یہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کرسکیں۔ اول تو انہیں ایم فل میں ہی ایڈمیشن نہیں ملنا تھا۔''

اور مجھے لگا تھا کہ میرے ساتھ کھڑی سحرش کا قد ایک دم بڑھ گیا ہے اور میں اس کے ساتھ کھڑا بونا سا ہوگیا ہوں۔

''خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے بیٹی، سولہ جماعتیں بغیر قابلیت کے تو نہیں پڑھ لیں اس نے......''

اماں کو شاید اس کی بات بری لگی تھی۔

''اکلوتا ہے ناں...... ماں، باپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا ہوگا۔''

''جی......'' وہ ہولے سے اس طرح ہنسی تھی جیسے کہہ رہی ہو آپ کو بھلا کیا پتا اماں...... اور میرا قد جیسے اور بھی گھٹ گیا...... اس روز میں بہت بے چین رہا تھا بلکہ اس کے جانے کے بعد بھی دو تین دن تک میں اسی طرح بے چین اور مضطرب سا رہا۔ اس کی وہ ہنسی اس کا وہ پرتکبر سا لہجہ سوئی کی طرح مجھے چبھتا رہا۔ اور میرا دل بہت عجیب سے احساسات میں گھرا رہا لیکن پھر چند دن بعد ہی یہ احساس ختم ہوگیا اور صرف اس کی دوری اور جدائی کا احساس باقی رہ گیا۔

''تمہارے بغیر نہیں رہا جاتا سحر......'' میں اسے فون کرتا۔

''آخر پہلے کیسے رہتے تھے؟''

''پہلے کی اور بات تھی لیکن اب نہیں رہا جاتا۔'' میں اداسی سے کہتا۔

''تو کوشش کرو کہ رہ لو......''

میں تصور میں دیکھتا کہ اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی ہے۔

''اب تم اتنے بدذوق ہو کہ تمہیں یہ بھی مشورہ نہیں دے سکتی کہ وقت گزاری کے لیے کوئی اچھی سی کتاب پڑھ لیا کرو...... کتابیں بندے کو اپنے اندر گم کرلیتی ہیں۔''

''خیر اب اتنا بھی بدذوق نہیں ہوں لیکن کتابیں

تمہارا نعم البدل تو نہیں ہو سکتیں سحر......''

''اب رومینٹک ہونے کی ضرورت نہیں شجی، میرا پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔'' اور وہ فون بند کر دیتی۔

دو سال کے بجائے اسے تقریباً اڑھائی سال لگ گئے تھے۔ میں ہی نہیں اماں بھی بے حد اداس تھیں۔

''تم نے تو دو سال کا کہا تھا سحرش......'' میں نے گلہ کیا تو وہ چڑ سی گئی۔

''تھیسس لکھنا اسے پبلش کروانا وقت تو لگ ہی جاتا ہے لیکن تمہیں بھلا کیا پتا اس سب کا......''

اور میں نے دوبارہ اس سے گلہ نہ کیا اور وہ دو سال سات ماہ بعد لوٹ آئی۔ اور آتے ہی اسے اسی پرائیویٹ یونیورسٹی میں جاب مل گئی تھی۔ اماں ایک بار پھر بچوں کے متعلق باتیں کرنے لگی تھیں۔

''یہ بہترین وقت ہے اپنی فیملی بنانے کا......'' انہوں نے سحرش کو سمجھایا تھا۔

اب یہ اماں کے سمجھانے کا اثر تھا یا خود اس کی اپنی خواہش، اللہ نے مجھے بیٹی کی رحمت سے نوازا اور بیٹی کی پیدائش کے دو سال بعد جڑواں بیٹے عنایت کیے۔ اس نے تو صاف، صاف کہہ دیا تھا کہ بچے دو ہی اچھے۔ لہٰذا میں زیادہ کی خواہش نہ کروں اب یہ اللہ کی مہربانی تھی کہ میں تین بچوں کا باپ بن گیا تھا۔ زندگی بہت پُرسکون اور مزے سے گزرنے لگی تھی۔ اماں اس کی عدم موجودگی میں خوشی، خوشی بچوں کو سنبھالتی تھیں۔ وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ بے حد مصروف ہوتی گئی۔ جاب، سیمینار، مختلف میگزینز میں آرٹیکل...... وہ ایک کامیاب عورت تھی۔ زندگی بظاہر بہت پُرسکون تھی اور مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کی بظاہر چھوٹی سی بات، عام سا رویہ میرے اندر گرہ سی ڈال دیتا اور میرے اندر غبار سا اکٹھا ہونے لگا۔

''تمہیں کیا پتا شجی...... تم کیا جانو...... تمہارے پاس بھلا اتنی نالج کہاں......'' جیسے جملے اکثر میرے کانوں میں پڑنے لگے تھے۔ شروع، شروع میں تو یہ جملے میرے لیے بے ضرر سے تھے۔

''ہاں ٹھیک ہے، مجھے نہیں معلوم اس بارے میں زیادہ......'' میں بھی کہہ دیتا کہ سارے فیصلے وہ خود ہی کرتی تھی۔ بچوں کے کپڑے خریدنے سے لے کر ان کی اسکولنگ تک...... انہیں کس اسکول میں داخل کروانا ہے۔ کس اکیڈمی میں بھیجنا ہے وغیرہ اس نے کبھی مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی رائے لی تھی۔ تو یہ بے ضرر جملے مجھے تکلیف دینے لگے تھے۔ دنوں، ہفتوں مجھے چبھتے رہتے۔ خاص طور پر جب وہ کچھ لوگوں کی موجودگی میں کوئی ایسی بات کرتی تو میں بہت انسلٹ محسوس کرتا۔ جیسے وہ جان بوجھ کر مجھے ڈی گریڈ کر رہی ہو...... اس سمے اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک ہوتی اور گردن تفاخر سے اکڑی ہوتی۔ ایک بار سراج الحق نے کہا تھا ''یہ جو انٹلکچوئل لڑکیاں اپنے سے کم ذہین بلکہ نارمل لڑکے سے شادی کرتی ہیں ناں تو اس سے ان کی انا کو تسکین ملتی ہے اور پھر ایسا شوہر ہمیشہ بیوی کے رعب میں رہتا ہے۔'' خیر میں اس کے رعب میں تو نہیں تھا لیکن اس کی آنکھوں کی چمک بتاتی تھی کہ مجھے ڈی گریڈ کر کے اس کی انا کو تسکین مل رہی ہے اور ایسے میں کئی بار مجھے خیال آیا کہ میں بھی سراج کے چاچو کی طرح اپنے راستے الگ کر لوں...... بچے تو یوں بھی اماں ہی پال رہی ہیں...... بعد میں بھی پل جائیں گے لیکن پھر جیسے کوئی میرا دل مٹھی میں لے لیتا کہ میں سحرش سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اور اسی روز نہر کے کنارے چلتے، چلتے سراج الحق نے کہا تھا کہ ''عورت اگر مرد سے زیادہ ذہین، زیادہ کامیاب ہو تو مرد اس کے سامنے بونا بن جاتا ہے، زیرو ہو جاتا ہے۔ اور جو مرد، عورت کی برتری کو تسلیم کر کے بونا بن جاتا ہے اس کی زندگی بڑے سکون سے گزرتی ہے اور جو بونا بننا منظور نہیں کرتا وہ یا تو اپنی راہیں الگ کر لیتا ہے یا ساری زندگی بے سکون رہتا ہے...... اور اکثر محبت کی خاطر بونے بن کر ساری زندگی گزار دیتے ہیں کہ یہ کمبخت محبت بندے کو بہت خوار کرتی ہے۔'' تو میں نے بھی بونا بننا منظور کر لیا ہے کہ میں سحرش سے بہت محبت کرتا ہوں اور یہ کمبخت محبت......

* * *